ملک بھر میں اسلامی سلطنت قائم ہو گئی۔ ہر ایک معرکہ میں مظفر و منصور ہوئے حتیٰ کہ خلافت بھی انہی کو ملی۔ اور اللہ کا دین مشرق و مغرب تک پھیل گیا۔

(۶)۔ اگر خلافت اصحابِ ثلاثہ حق نہ تھی۔ تو حضرت شہر بانو بنت یزدجرد دختر شاہ فارس جو مالِ غنیمت میں آئی تھی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ تو آپ نے کیوں قبول کی؟ جبکہ یہ غنیمت درست اور حلال ہی نہ تھی۔ اس لئے کہ رافضی حضرات خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو مانتے ہی نہیں اور کہتے ہیں۔ کہ خلفائے ثلاثہ زبردستی تختِ خلافت پر بیٹھ گئے۔ ان کی خلافت ناجائز خلافت تھی۔ تو جب اُن کی خلافت ہی ناجائز تھی تو جہاد کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اور جب جہاد ہی ناجائز ہوا تو مالِ غنیمت کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ سوچو اور پھر سوچ کر جواب دو۔

مَیں یہ چند سوالات رافضی حضرات کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ کوئی صاحب جواب باصواب سے مطلع کریں گے۔ اور اگر جواب نہ دے سکیں اور ہرگز نہیں دے سکتے۔ تو خدارا راہِ راست پر آجائیں اور اصحابِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بدگوئی سے باز آجائیں۔

(محمّد اسماعیل نقشبندی)

(حصّہ اوّل ختم ہُوا)

یا اللہ (جلّ جلالہٗ)

یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

۵۸۹
۹۲

شیرِ خُدا علی المرُتضیٰ کا فرمان

خلیفۂ برحق تھے ابوبکر، عمر و عثمان

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

عظمتِ خلفائے راشدین

(حصّہ دوم)

جس میں شیعہ حضرات کی کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے

کہ

خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق تھی

ازقلم

مولانا علامہ محمد اسماعیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

Scanned by CamScanner

فہرست مضامین عظمتِ خلفائے راشدین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	خلافت و امامت	۵۹۰	۱۵	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث شریف	۶۲۲
۲	کیا حضرت علی بلا فصل خلیفہ تھے؟	۵۹۱	۱۶	حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں خلفائے ثلاثہ کے کسی قانون کو نہیں بدلا	۶۲۵
۳	امام معصوم نہیں ہوتے	۵۹۳	۱۷	شیرِ خدا کیوں خاموش رہے کیوں تلوار نہ اٹھائی؟	۶۲۶
۴	حضرت علی نے حضرت صدیق اکبر کی بیعت کر لی تھی۔	۵۹۴	۱۸	جناب امیر رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع فرمایا	۶۲۷
۵	صدیق اکبر کی بیعت کرنے والے چار لاکھ آدمی تھے۔	۵۹۷	۱۹	یہی قرآن شریف صحیح ہے جو اب لوگوں کے ہاتھوں میں ہے	۶۲۹
۶	کیا..... خلافت کا فیصلہ فرما دیا تھا؟	۵۹۸	۲۰	رافضی علماء کا علی المرتضیٰ پر بہتانِ عظیم	۶۳۱
۷	مقام خم غدیر میں خطبہ	۶۰۷	۲۱	قیامت سے پہلے رجعت	۶۳۴
۸	خمینی صاحب کا بیان	۶۰۸	۲۲	حضرت امام حسن عسکری کی تعریف اور رافضی لقب	۶۳۷
۹	حدیثِ قرطاس کا صحیح پس منظر	۶۱۲	۲۳	امام حسن سے رافضی لوگوں کا سلوک	۶۳۸
۱۰	جو بات حضور علیہ السلام لکھوانا چاہتے تھے اس کی حیثیت کیا تھی؟	۶۱۴، ۶۱۶	۲۴	قاتلان امام حسین شیعہ ہی تھے	۶۴۰
۱۱	کیا وہ تحریر ضروری تھی؟	۶۱۷			
۱۲	حسبنا کتابُ اللہ	۶۱۸			
۱۳	کتاب موعظہ غدیر	۶۱۹			
۱۴	علامہ الحائری سے سوالات	۶۱۹			

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

خلافت و امامت

رافضی اور اہلِ سُنّت و جماعت کا معرکۃ الآرا مسئلہ خلافت و امامت کا ہے۔ مَیں اس پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہی مسئلہ تمام نزاعات کا اصل الاُصول ہے۔ مسئلہ خلافت میں اہلِ سُنّت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے۔ خلافتِ راشدہ کا زمانہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تیس ۳۰ سال ارشاد فرمایا ہے۔ اوّل جناب صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ پھر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ پھر جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور پھر جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ منصبِ خلافت رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر متمکن ہوئے۔ سب کی خلافت جائز خلافت تھی۔ یہی ترتیب ربّ العباد کو منظور تھی۔ اور اپنے وعدے کے مطابق حق تعالیٰ نے اُن بزرگانِ اسلام کو یہ جلیل القدر منصبِ خلافت عطا فرمایا تھا۔ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔ لیکن امامت اصولِ دین سے نہیں ہے۔

رافضی حضرات کا مذہب ہے۔ کہ امامت اصول دین سے ہے۔ حقِ امامت بعد وفات جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ ان کی امامت منصوص تھی۔ خدا و رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم

Scanned by CamScanner

نے انہی کی امامت پر نص کی۔ لیکن خلفائے ثلاثہ زبردستی تختِ خلافت پر بیٹھ گئے۔ ان کی خلافت ناجائز خلافت تھی۔ ان کا زمانہ جود و جفا کا تھا۔ عدل و انصاف کا زمانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل تھے؟

اس امر کا فیصلہ خود شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان مبارک سے ہی فرما دیا تھا۔ آپ نے ایک خط حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے جن لوگوں نے ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ انہوں نے میری بیعت بھی کر لی ہے۔ اس کے بعد کسی کے لئے چون و چرا کی گنجائش نہیں۔ خلیفہ کے انتخاب کا حق مہاجرین و انصار کو ہے۔ انہی نے شیخین کو خلیفہ منتخب کیا تھا۔ ان کے اتفاق کے بعد جو شخص بیعت میں گڑبڑ کرے گا۔ اسے مجبور کیا جائے گا مہاجرین و انصار کی طرح تم بھی بیعت کر لو۔ عافیت و سلامتی اسی میں ہے۔ ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

(شیعہ کی معتبر کتاب نہج البلاغہ ص ۲۶۵ خطبہ نمبر ۳)

اور سنئے۔ جناب شیر خدا نے فرمایا۔ لوگوں کے لئے ایک نہ ایک امیر (حاکم) کا ہونا لازم ہے۔ نیکوکار ہو یا فاسق و فاجر۔ تاکہ اس کی حکومت میں مومن عمل (خیر) کریں اور کافر اس میں اپنے پورے

پورے حقوق حاصل کریں اور اسی حال میں خدا انہیں آخری مدت تک پہنچا دے۔ اس کے ذریعہ بقایا مال جمع کئے جائیں۔ اس کی ہمراہی میں دشمن سے جنگ کی جائے۔ اس کے ذریعہ راستے محفوظ رہیں۔ اور اس کی امداد سے کمزور کا حق طاقتور سے واپس لیا جاوے تاکہ نیک راحت لے اور فاسق و فاجر کے شر سے محفوظ رہے۔ (نہج البلاغہ ص ۲۶۵ خطبہ نمبر ۴۲)

اب تو رافضی حضرات کے قلم سے اور جناب علی رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت برحق تھی۔ کیونکہ شیرِ خدا فرما چکے تھے۔ کہ میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے۔ جنہوں نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت برحق تھی۔ اگر ان حضرات کی خلافت ناجائز ہوتی۔ تو جناب علی رضی اللہ عنہ ان کی خلافت کا کبھی حوالہ نہ دیتے۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی۔ کہ خلیفہ کے انتخاب کا حق مہاجرین و انصار کو ہے۔ کیونکہ انہی نے شیخین کو خلیفہ منتخب کیا تھا۔ تب ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ مہاجرین و انصار کی طرح تم بھی میری بیعت کر لو۔ یہ تو جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ناطق فیصلہ ہے۔ تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ خلافت کے لئے امام کا معصوم ہونا

Scanned by CamScanner

ضروری نہیں۔ جیسا کہ رافضی حضرات کا عقیدہ ہے کہ امام معصوم ہوتے ہیں۔ معصوم تو صرف انبیاء کرام اور فرشتے ہیں۔ کوئی غیر نبی معصوم نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ لوگوں کے لئے ایک امیر (حاکم) کا ہونا لازم ہے۔ نیکوکار ہو یا فاسق و فاجر۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ثابت ہو گیا۔ کہ مسلمانوں کے لئے امیر ہونا یا امام ہونا ضروری ہے۔ لیکن امام کا معصوم ہونا ضروری نہیں اور نہ امام معصوم ہوتا ہے۔ چوتھی بات یہ ثابت ہو گئی کہ حضرت علی المرتضیٰ خلیفہ بلا فصل نہ تھے۔ اگر حضرت امیر بلا فصل خلیفہ ہونے کا حق رکھتے۔ تو کبھی شیخین کی بیعت نہ کرتے اور اپنے حق خلافت کا پُر زور مطالبہ کرتے۔ لیکن آپ نے ہرگز خلافت کا مطالبہ نہیں کیا۔ بلکہ بلا عذر خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو مان لیا اور بیعت کر لی۔ اپنی ہی کتاب سے حوالہ سنیئے۔

جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ لشکر لے کر مدینہ میں داخل ہوئے تو دیکھا۔ کہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پوچھا کہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس اجتماع کیسا ہے۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا یہ اسی طرح ہے جیسے تو نے دیکھا ہے۔ اس پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی

بیعت کر لی ہے؟ جواب دیا ہاں اسامہ کر لی ہے۔

(احتجاج طبرسی ص۵۶ مطبوعہ نجف اشرف بحوالہ تحفہ جعفریہ ص۳۸۳)

ناظرین کرام:- نہج البلاغہ سے ایک اور حوالہ پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمایئے۔ وہ شخص کامیاب ہے جو پر و بال (مددگاروں) کے ساتھ اٹھے۔ (جب مددگار نہ ہوں تو جھگڑے سے کنارہ کش ہو کر مخلوق کو (بدامنی) سے راحت میں رکھے۔ میرا خلافت کے لئے کھڑا ہونا گندا پانی اور وہ لقمہ ہے۔ جس کے کھانے والے کو اچھو ہو جاتا ہے۔ اور پکنے سے پہلے پھل توڑنے والا ایسا ہی ہے جیسے غیر کی زمین پر کھیتی کر رہا ہو۔ (نہج البلاغہ ص۲۰۲ خطبہ نمبر۷)

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے دو باتیں روز روشن کی طرح ثابت ہو گئیں۔ ایک تو یہ کہ آپ خلافت کے طالب نہ تھے اپنے لئے خلافت کو گندا پانی اور گندا لقمہ سمجھتے تھے دوسری بات یہ ثابت ہوئی۔ کہ آپ اپنی خلافت کو بلا فصل نہ سمجھتے تھے کیونکہ آپ نے خود فرما دیا تھا کہ پکنے سے پہلے پھل توڑنے والا ایسا ہی ہے۔ جیسے غیر کی زمین پر کھیتی کر رہا ہو۔ یعنی آپ کی خلافت کا ابھی وقت ہی نہیں آیا۔ ابھی خلفائے ثلاثہ کی باری ہے۔ اس ارشاد سے خلافت کا تمام جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آپ خود فرما چکے ہیں کہ پکنے سے پہلے پھل توڑنے والا ایسا ہی ہے۔ جیسے غیر کی زمین پر کھیتی کر رہا ہو۔ یعنی ابھی غیر کی خلافت کا وقت

Scanned by CamScanner

ہے۔ میری خلافت کا وقت ابھی نہیں آیا۔ جیسا کہ رافضی لوگوں نے شور مچا رکھا ہے کہ علی المرتضیٰ کی خلافت کو غصب کر لیا گیا۔

اب ایک حوالہ اسی کتاب سے اور نقل کرتا ہوں۔ اگر اس پر رافضی حضرات غور کریں گے تو مسئلہ خلافت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک خط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ میری بیعت انہی لوگوں نے کی۔ جنہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) کی بیعت کی تھی۔ انہی شرائط کے مطابق) نہ تو (بوقت بیعت) موجود رہنے والے کو کسی نئے چناؤ کا اختیار رہ جاتا ہے۔ اور نہ غیر حاضر رہنے والے ہی کو (منتخب خلیفہ کے) رد کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ اور جہاں تک شوریٰ کا تعلق ہے۔ سو وہ صرف مہاجرین و انصار کا حق ہے۔ چنانچہ اگر وہ کسی ایک شخص پر متفق ہو جائیں اور اس (متفق علیہ شخص) کا نام امام رکھ لیں۔ تو اس کارروائی کو اللہ کی رضا سے تعبیر کیا جائے گا۔ اب اگر کوئی علیحدگی پسند اس کارروائی پر طعنہ زنی کرتا ہو، یا کوئی نئی راہ نکال کر ان کے فیصلے سے الگ ہو جائے تو وہ اسے لوٹا کر اسی مقام پر لائیں گے۔ جہاں سے وہ نکل بھاگا تھا اور اگر وہ اپنے ہی موقف پر اڑا رہے۔ تو اس سے بایں دلیل مقاتلہ کریں گے کہ وہ مومنین کی راہ کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر گامزن ہوا ہے۔ اور جدھر اس نے منہ کر لیا۔ اللہ

اس کا رخ ادھر ہی رکھے گا۔ (نہج البلاغہ صفحہ ۶۸۶ مکتوب نمبر ۶)

ناظرین کرام:- پوری توجہ سے غور فرمائیں۔ کہ مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کے مطابق کیا مسئلہ خلافت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم نہیں ہو جاتا؟ یقینی طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ کسی رافضی کو چوں چرا کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ لیکن ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ دراصل حضرت علی المرتضیٰ کے اس ارشاد میں ہر اس اعتراض کا جواب موجود ہے۔ جو رافضی لوگ اپنی اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری بیعت انہی لوگوں نے کی جنہوں نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق تھی ورنہ آپ ان کی خلافت کا کبھی حوالہ نہ دیتے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جہاں تک شوریٰ کا تعلق ہے سو وہ مہاجرین اور انصار کا حق ہے۔ جس شخص پر وہ متفق ہو جائیں وہی ان کا امام ہے۔ اور یہ بھی فرمادیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی وہی ہے۔ اور یہ بھی فرمادیا۔ اگر کوئی مہاجرین و انصار کے کئے ہوئے اس فیصلے کو جو کوئی نہ مانے اس سے جنگ کی جائے گی۔ کیونکہ وہ مومنین کے اس فیصلے کے خلاف دوسری طرف جا رہا ہے۔ حضرت امیر جناب علی المرتضیٰ کے اس ارشاد گرامی سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خلفائے ثلاثہ مومن تھے اور ان کی خلافت، خلافتِ حق تھی۔ اور آپ کے اس ارشاد سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو نہ ماننے والوں کا منہ جس طرف پھر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا رُخ ادھر ہی رکھے گا۔ ناظرین کرام

Scanned by CamScanner

یہ سب حوالے رافضی لوگوں کے جیّد علماء کے ہیں۔

نواب محسن الملک سیّد محمّد مہدی علی خان صاحب جو کافی عرصہ پہلے شیعہ رہ چکے ہیں نے ایک عجیب نکتہ تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ پس اگر مطابق اصول شیعہ کے کہ کفر اور عدمِ ایمان حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا فرض کیا جاوے تو تمام مہاجرین وانصار بلکہ تمام اصحاب (رضی اللہ عنہم) کا کافر ہونا لازم آتا ہے ...... اس لئے کہ سبھوں نے ان کو اپنا سردار بنایا اور بعد پیغمبر علیہ السلام کے ان کو خلیفہ کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ بیعت کرنے والے دس بیس سو دوسو ہزار دو ہزار آدمی نہ تھے۔ بلکہ لاکھوں تھے۔ اس لئے کہ اصحاب نبوی بعد پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے بروایتے ایک لاکھ سے زیادہ اور بروایتے ملا باقر مجلسی جو انہوں نے "تذکرۃ الائمہ" میں لکھی ہے چار لاکھ تھے۔ تو جب چار لاکھ آدمی (العیاذ باللہ) ایک کافر کو اپنا سردار بنا دیں۔ تو پھر ان کے کفر میں (معاذ اللہ) کیا شک رہا یہ امر کہ سب مسلمانوں نے جو اس وقت تھے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی باقرار علمائے شیعہ ثابت ہے۔ جیسا کہ شریف مرتضیٰ کے قول سے ظاہر ہے۔ جو "بحار الانوار" مجلد ثانی میں منقول اور جس کا ترجمہ مجتہد صاحب نے بایں الفاظ کیا (جمیع مسلمانان با ابوبکر بیعت کردند و اظہار رضا و خوشنودی با دو سکون و اطمینان بسوے او نمودند و گفتند کہ مخالف او بدعت کنندہ و خارج از اسلام است۔)

ترجمہ اردو۔ "تمام مسلمانوں نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بیعت کی اور اپنی رضا و خوشنودی کا اظہار کیا۔ اور انہیں سکون و اطمینان دلا کر کہا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی مخالفت کرنے والے بدعتی اور اسلام ——— سے خارج ہیں"۔ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ سبحان اللہ کیا دین و ایمان ہے۔ حضرات شیعہ کا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عداوت سے دینِ محمدی کو باطل کرتے ہیں اور چار لاکھ مسلمانوں کو جو مہاجرین اور انصار اور مجاہدین تھے۔ اور جن میں بنی ہاشم اور اہلِ بیعت نبوی بھی داخل تھے۔ ان سب کو صراحتہً اور کنایتہً کافر بناتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

(کتاب آیاتِ بیّنات مصنّفہ سیّد مہدی علی خان ص۱۱۲-۱۱۳)

کیا جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی زندگی مبارک میں خلافت کا فیصلہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرما دیا تھا؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں

دلائل ملاحظہ فرمائیے۔ رافضی حضرات کی کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔

حوالہ نمبر ۱:۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ چلو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھیں کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا۔ حضرت نے فرمایا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سوائے

Scanned by CamScanner

میرے کسی اور کو خلیفہ نہ بنائیں گے مگر اصحابِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ کو خلیفہ نہ بننے دیں گے۔ (کتاب آیات محکمات جلد دوم ص۱۰۰۵ یہ رافضی لوگوں کی بڑی معتبر کتاب ہے۔)

اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنی زندگی مبارک میں خم غدیر میں خلافت کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ ورنہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟

حوالہ نمبر ۲:۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کہ حاکم امر مسلمانان ہو لازم ہے کہ انصار نیکوکار کی رعایت کرے اور بدکار سے درگزر کرے۔ (رافضی حضرات کی کتاب جلاء العیون جلد اول ص۵۱)

اس روایت سے بھی روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ خلافت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی شریف میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تھا۔ ورنہ وصیت نہ فرماتے۔

حوالہ نمبر ۳:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چشم مبارک کھول کر فرمایا اے عباس اے عم رسول خدا میری وصیت کو میرے اہل بیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ میری میراث لو اور میرا دین ادا کرو۔ عباس (رضی اللہ عنہ) نے کہا۔ یا رسول اللہ میں مرد عیال دار ہوں اور آپ ہوائے تند اور ابر بہار سے زیادہ تر بخشش اور سخاوت فرمانے والے ہیں۔ میرا مال آپ کے وعدوں کی بخششوں کو وفا نہیں کر سکتا اس سے مجھے معاف رکھیئے اور اس شخص کو حکم کیجئے جو طاقت اور

ہمت میں مجھ سے زیادہ ہو۔ حضرت نے تین بار اس کلام کا اعادہ فرمایا اور ہر مرتبہ عباس (رضی اللہ عنہ) نے وہی جواب دیا اس وقت حضرت نے فرمایا۔ میں اپنی میراث اسے دوں گا۔ جو قبول کرے۔ جو حق قبول کرنے کا ہے۔ اور وہ اس کے لائق ہے۔ اور جس طرح اے عباس تم نے جواب دیا ہے۔ وہ جواب نہ دے گا۔ پس جناب امیر سے خطاب فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ یا علی (رضی اللہ عنہ) تم میری میراث لو اور تم سے مخصوص ہے۔ اور کسی کو اس میں نزاع نہیں۔ میری وصیت قبول کرو۔ اور میرے قرض کو ادا کرو۔ الخ (جلاء العیون جلد اول ص۱۰۴)

اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوا کہ خلافت کا فیصلہ اگر علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ہو گیا ہوتا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے سے ہی فرمایا جاتا کہ ہم نے تم کو خلیفہ کر دیا ہے تم ایسا کرنا ویسا کرنا۔

حوالہ نمبر ۴:۔ شیخ مفید نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت نے لوگوں کو رخصت کیا۔ سب چلے گئے۔ عباس اور ان کے بیٹے فضل اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور اہل بیت مخصوص نزدیک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہ گئے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا۔ پس ہم کو بشارت دیجئے کہ ہم خوش ہوں اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم پر ستم کریں گے اور ہم سے خلافت کو غصب کریں گے۔ پس اپنے اصحاب سے ہماری سفارش کیجئے۔ حضرت نے فرمایا۔ تم کو

Scanned by CamScanner

بعد میرے ضعیف کریں گے اور تم پر غالب ہوں گے۔

(جلاء العیون جلد اوّل ص۱۰۶)

اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خم غدیر میں خلافت کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت مل چکی تھی۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا سوال کیوں کیا؟

حوالہ نمبر ۵:۔ فارسی کتاب سے اردو ترجمہ۔

سید ابن طاؤس و ابن شہر اشوب اور دیگر حضرات نے روایت کیا کہ عامر بن طفیل اور زید بن قیس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کی نیت سے آئے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ تو عامر بن طفیل آپ کے نزدیک گیا۔ اور کہا یا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو میرے لئے کیا انعام ہوگا اور مجھے اس سے کیا فائدہ ملے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں بھی وہی ملے گا جو تمام مسلمانوں کو ملتا ہے (یعنی تمہارا فائدہ اور نقصان سب کے ساتھ مشترکہ ہوگا) اس نے کہا میری خواہش یہ ہے۔ کہ آپ مجھے اپنے بعد خلیفہ بنا دیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مجھے اور تجھے اس میں کوئی دخل نہیں۔

(حیاۃ القلوب فارسی جلد دوم ص۳۴۴)

سو اگر فیصلہ خلافت بحق علی رضی اللہ عنہ ہو گیا ہوتا تو آپ کا ارشاد یہ ہوتا کہ خلافت کا فیصلہ تو ہم بحق علی رضی اللہ عنہ کر چکے ہیں۔

اب اس کا مطالبہ بے سود ہے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ خلافت کا فیصلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس امر کا بدیہی ثبوت ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں خلافت کا فیصلہ ہرگز نہیں فرمایا۔

حوالہ نمبر ۶:۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) منبر پر تشریف لے گئے اور ان سے اپنی خبر وفات بیان فرمائی اور ارشاد کیا۔ خدا کو میں اسے یاد دلاتا ہوں۔ جو بعد میری امت پر سردار ہو۔ کہ البتہ مسلمانوں کی جماعت پر اور ان کے ضعیفوں پر رحم کرے۔ اور ان کے عالم کی تعظیم کرے اور ان کو ضرر نہ پہنچائے۔

(جلاء العیون جلد اوّل ص۱۰۴)

یہ آخری وصیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ نے اپنی زندگی مبارک میں خلافت کا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

حوالہ نمبر ۷:۔ بے شمار مہاجرین و انصار نے امر خلافت ظاہر میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ قرار پائے۔ سبقت خلافت کی اور اکثر مہاجرین و انصار نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بیعت کر لی۔ جب سید اوصیا دفن سرور انبیاء (علیہ السلام) سے فارغ ہوئے۔ اور بے وفائی اصحاب کی اور لوگوں کے کفر و نفاق کو دیکھا (معاذ اللہ) محزون غمگین ہوئے۔ اسی رات جناب امیر حسنین رضی اللہ عنہم کو ہمراہ لے کر ایک ایک گھر میں مہاجرین و انصار کے تشریف لائے اور ان کو عقوبات الٰہی

Scanned by CamScanner

سے ڈرایا اور وصیت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) جو بمقام غدیر خم
فرمائی تھی پڑھ کر سنایا اور نصرت و مدد چاہی مگر سوائے چوبیس ۲۴
مردم کے اس گروہ کے کسی نے قبول نہ کیا اور صبح ہوئی چار آدمیوں
سے زیادہ بیعت جناب امیر رضی اللہ عنہ پر قائم نہ تھے۔ اسی طرح
جناب امیر رضی اللہ عنہ لوگوں کو تین شب دعوت بیعت فرماتے
رہے اور ان سے طلب نصرت کرتے تھے۔ مگر بجز چار آدمیوں کے
اور بروایت دیگر تین ۳ آدمیوں کے سوا اور کوئی بیعت قبول نہ کرتا۔
(جلاء العیون اردو جلد اول ص۲۰۱ رافضی لوگوں کی بڑی معتبر کتاب ہے)

حوالہ نمبر ۸ :۔ پس فرمایا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے یا علی
(رضی اللہ عنہ) تم کیا کرو گے۔ اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر امیر ہوں اور
تم پر سبقت کریں۔ اور زبردستی تم کو بیعت کے لئے بلائے اور جب
تم انکار کرو اور تم کو گریبان سے پکڑ لیں۔ اور تم کو اندوہ ناک بے یار و
غمگسار ...... لے جائیں اور بعد ازاں میری جگر گوشہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا)
کو آزردہ و رنجیدہ کریں۔ ...... پس جناب امیر (رضی اللہ عنہ) نے کہا۔
یا حضرت اگر یاور نہ ملیں تو صبر کروں گا۔ لیکن ان سے بیعت نہ کروں
گا۔ مگر یاور ملیں گے۔ تو ان سے قتال کروں گا (جلاء العیون جلد اول ص۲۰۲)

اس روایت سے بھی صاف صاف طور پر یہ بات ثابت ہو گئی۔
کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں ہرگز
خلافت کا فیصلہ نہیں فرمایا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ کہ یا علی تم کیا کرو گے

اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر امیر ہوں۔ اگر آپ نے بحق علی رضی اللہ عنہ
خلافت کا فیصلہ فرما دیا ہوتا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ
میرے بعد یہ گروہ تم پر امیر ہوں۔ بلکہ آپ فرما دیتے کہ یا علی ہم نے آپ
کو اپنے بعد خلیفہ کر دیا ہے۔

حوالہ نمبر ۹ :۔ وہ لوگ اب کہاں ہیں جنہیں جب اسلام کی طرف
دعوت دی گئی تو اسے قبول کر لیا۔ قرآن پڑھا تو اس پر عمل بھی
کیا انہیں جہاد کے لئے ابھارا گیا تو اس طرح شوق سے بڑھے۔
جیسے دودھ پلانے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف بڑھتی ہیں۔
تلواریں نیاموں سے نکال کر دستہ بدستہ اور صف بصف بڑھتے
ہوئے زمین کے اطراف پر قابو پا گئے۔ ان میں سے کچھ مر گئے اور کچھ
زندہ بچے۔ نہ زندہ رہنے والوں کے مژدہ سے وہ خوش تھے اور
نہ مرنے والوں کی تعزیت سے متأثر تھے۔ رونے سے ان کی آنکھیں
سفید، روزوں سے ان کے پیٹ خالی۔ دعا (کی کثرت) سے ہونٹ
خشک اور شب خیزی کے لئے بیداری سے ان کے رنگ زرد ہو گئے
تھے۔ اور خضوع و خشوع کرنے والوں کی طرح ان کے چہرے خاک
آلود رہتے تھے۔ یہ میرے وہ بھائی تھے۔ جو دنیا سے گزر گئے۔ اب
ہم حق بجانب ہیں اگر ان کے دیدار کے پیاسے ہوں اور ان کے فراق
میں اپنی انگلیاں کاٹیں۔ بے شک شیطان تمہارے واسطے اپنے راستے
آسان کر رہا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ تمہارے دین کی ایک ایک گرہ کھول

Scanned by CamScanner

دے اور تم میں اتفاق کی بجائے پھوٹ ڈال دے۔ تو تم اس کے وسوسوں اور پھونکوں سے منہ موڑے اور نصیحت پیش کرنے والے کا ہدیہ قبول کر لو اور اپنے نفسوں کو اس کا پابند بنا لو۔

(نہج البلاغہ حصہ اول ص۴۱۲-۴۱۳)

اس روایت سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گیا۔ کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خطبہ میں خلفائے ثلاثہ کا کیسا عمدہ شان بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ میرے وہ بھائی تھے جو دنیا سے گزر گئے۔ اب ہم حق بجانب ہیں کہ ان کے دیدار کے پیاسے ہوں اور ان کے فراق میں اپنی انگلیاں کاٹیں۔ رافضی لوگ بتائیں تو سہی کہ اگر یہ لوگ خلفائے ثلاثہ نہیں تھے۔ تو اور کون تھے؟ جن کی ایسی تعریف جناب امیر رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ رافضی حضرات کو ہدایت فرمائے۔ تاکہ یہ لوگ خلفائے ثلاثہ کی بدگوئی سے باز رہیں۔

جناب علی المرتضیٰ کا مجمع عام میں خطبہ

حوالہ نمبر-۱: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک مجمع عام میں خطبہ کے دوران فرمایا۔ اے اللہ جس طرح تو نے خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی۔ اسی طرح ہماری اصلاح فرما۔ پوچھا گیا وہ کون ہیں؟ فرمایا وہ میرے دوست میرے بزرگ ابوبکر

اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ جو ہدایت کے امام ہیں۔ قریش کے دو عظیم فرد ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقتدا ہیں۔ اور شیخ الاسلام ہیں۔ جس نے ان کی پیروی کی بچ گیا جس نے ان کی اتباع کی صراطِ مستقیم پر چل پڑا۔ (شافی جلد ۲ ص۴۲۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ اور اس اعلان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

(۱) یہ خطبہ اس وقت دیا گیا جب آپ عہدِ خلافت پر عملاً متمکن تھے۔ اقتدار حاصل تھا۔ نہ کسی کا ڈر تھا۔ نہ لحاظ نہ تقیہ کی حاجت تھی۔ اس لئے وہی کچھ فرمایا جسے آپ نے حق سمجھا۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شیخین کو خلفائے راشدین فرمایا۔ اور ان دو بزرگوں کو شیخین کا لقب سب سے پہلے آپ نے دیا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں غاصب سمجھتے۔ تو بر سرِ منبر ان الفاظ سے یاد نہ کرتے۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں شیخ الاسلام اپنا دوست اور اپنا بزرگ فرمایا۔

(۴) حضرت نے انہیں ہدایت کے امام کے لقب سے یاد فرمایا۔ اس لئے جو ان کی امامت کا قائل نہ ہو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا قائل کیسے ہو سکتا ہے؟

(۵) حضرت نے انہیں معیارِ حق قرار دیا اس لئے فرمایا۔ کہ حضور

Scanned by CamScanner

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قابلِ اقتداء ہیں۔

(۶) حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے اعلان فرمایا۔ کہ جو شخص ان کی پیروی کرے گا گمراہی سے محفوظ رہے گا۔ اور صراطِ مستقیم یہی ہے۔

مقام خم غدیر میں خطبہ

رافضی لوگوں کا زیادہ دارومدار حدیث خم غدیر پر ہے۔ اور اس کو وہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلافصل پر زبردست دلیل سمجھتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج الوداع سے مراجعت فرمائی اور آپ نے مقام خم غدیر میں قیام فرمایا جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے۔ تو بعض اشخاص نے جو بماتحتی جناب امیر رضی اللہ عنہ مہم ملک یمن پر مامور تھے جناب علی رضی اللہ عنہ کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بے جا شکایات کیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ اگر ماتحت لوگ اپنے افسر سے اس طرح کی بدگمانیاں کریں گے۔ تو انتظام میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے عام لوگوں کو جمع کر کے خطبہ فرمایا۔ جس سے اصلی غرض امیر رضی اللہ عنہ کی بریت اور شاکیوں کو تنبیہ تھی اور اس خطبہ میں

یہ الفاظ فرمائے ترجمہ:۔ اے جماعت مسلمانان کیا میں تمہارے نزدیک تمہاری جانوں سے بہتر نہیں ہوں؟ حاضرین نے عرض کیا۔ ہاں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص مجھ کو دوست رکھے وہ علی رضی اللہ عنہ کو بھی دوست رکھتا ہے۔ بارِ خدایا۔ جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھیو۔ اور جو علی رضی اللہ عنہ کو دشمن رکھے۔ تو بھی اس کو دشمن رکھیو۔

رافضی لوگ کہتے ہیں کہ یہ خلافت بلا فصل علی رضی اللہ عنہ کا اعلان تھا۔ جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے کیا۔ چنانچہ بارہا جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا پیغام سنایا کہ علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا اعلان کیا جائے۔ لیکن آپ ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے داماد کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ آخر جبرائیل علیہ السلام نے یہ آیت سنائی۔ ترجمہ:۔ ”اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم تیرے رب نے آپ کو دیا ہے۔ اس کی تبلیغ کر دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ تو حق رسالت کا ادا نہ کیا اور خدا لوگوں کے شر سے آپ کو بچانے والا ہے۔ خدا کافروں کی رہبری نہیں کرتا۔“

قارئین کرام اب ذرا خمینی صاحب کا بیان بھی ملاحظہ فرمائیں۔

خمینی صاحب کا بیان

ترجمہ:۔ ہم ولایت پر (امامت) عقیدہ رکھتے ہیں اور ہمارا یہ

Scanned by CamScanner

بھی عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری تھا۔ کہ وہ بعد کے لئے خلیفہ معین اور نامزد کرتے اور آپ نے ایسا ہی کیا۔"

(خمینی صاحب کی کتاب الحکومۃ الاسلامیہ بحوالہ ایرانی انقلاب ص۴۳)

(۲) اس سلسلۂ کلام میں چند سطر کے بعد خمینی صاحب نے لکھا ہے۔ کہ اپنے بعد کے لئے خلیفہ کو نامزد کر دینا ہی وہ عمل ہے کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فریضۂ رسالت کی ادائیگی کی تکمیل ہوئی۔ (کتاب ھذا ص۱۹)

(۳) یہی بات خمینی صاحب نے اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ دوسری جگہ ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ ترجمہ:- "اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کے لئے خلیفہ نامزد نہ کرتے تو سمجھا جاتا۔ کہ امت کو جو پیغام پہنچانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے ذمہ کیا گیا تھا۔ وہ آپ نے نہیں پہنچایا۔ اور رسالت کا فریضہ ادا نہیں کیا۔ (معاذ اللہ)

(کتاب ھذا ص۲۳ بحوالہ ایرانی انقلاب ص۴۴)

(۴) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے وحی کے طور پر کلام فرمایا۔ اور اس میں یہ حکم دیا۔ کہ جو شخص ان کے بعد ان کا خلیفہ و جانشین ہوگا۔ اور حکومت کا نظام چلائے گا۔ اس کے بارے میں اللہ کا جو حکم ان پر نازل ہوا ہے۔ وہ لوگوں کو پہنچا دیں اور اس کی تبلیغ اور اعلان کردیں۔ تو آپ نے اللہ کے اس حکم کی تعمیل کی۔ اور خلافت کے لئے امیر المؤمنین علی کو نامزد کر دیا۔ (کتاب ھذا ص۴۲-۴۳ بحوالہ ایرانی انقلاب ص۴۵)

(۵) آگے اسی کتاب میں ایک جگہ خمینی صاحب فرماتے ہیں۔

ترجمہ:- "اور حجۃ الوداع میں غدیر خم کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو اپنے بعد کے لئے حکمران نامزد کر دیا اور اسی وقت سے قوم کے دلوں میں مخالفت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔"

(کتاب ھذا ص۱۳۱ بحوالہ ایرانی انقلاب ص۴۶)

(۶) اس سلسلہ میں خمینی صاحب کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

ترجمہ:- اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کیلئے امیر المؤمنین علیہ السلام کو لوگوں پر حاکم اور والی کی حیثیت سے نامزد کر دیا۔ اور پھر امامت و ولایت کا یہ منصب ایک امام سے اگلے امام کی طرف برابر منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک الحجۃ القائم یعنی امام غائب مہدی منتظر تک پہنچ کر یہ سلسلہ اپنی نہایت کو پہنچ گیا۔ (کتاب مذکور ص۹۵ بحوالہ ایرانی انقلاب ص۴۶)

خمینی صاحب کے یہ بیانات سراسر غلط ہیں۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بہتان عظیم ہے۔ کہ آپ نے اپنی زندگی مبارک میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ آپ نے اپنی زندگی مبارک میں ہرگز ہرگز کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ جیسا کہ میں نے رافضی حضرات کی معتبر کتابوں سے اوپر بیان کر دیا ہے۔ اور جن کتابوں کے میں نے اوپر حوالے تحریر کئے ہیں۔ کوئی رافضی یا شیعہ انکار نہیں کر سکتا۔ کہ یہ حوالے غلط ہیں۔ یا ہماری یہ کتابیں ہی نہیں ہیں۔ اور ساری دنیا کے رافضی حضرات کو میرا یہ چیلنج ہے۔ کہ میرا کوئی حوالہ غلط ثابت کر کے

Scanned by CamScanner

دکھلائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کی صبح تک نہ دکھا سکے گا۔

قارئین کرام غور فرمائیں۔ کہ خم غدیر کے مقام پر جو خطبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ جو اوپر لکھا جا چکا ہے اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو ولایت علی رضی اللہ عنہ یا خلافت بلافصل پر صراحت یا کنایت سے دلالت کرے۔ حدیث شریف کا صرف اسی قدر مفہوم ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایات بے بنیاد ہیں ان کے ماتحتوں کو شکایت کرتے وقت یہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست کی شکایت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ان سے محبت و پیار کرنا چاہیئے۔ اور علی رضی اللہ عنہ کی عداوت باعث ناراضامندی حق تعالیٰ ہے۔ رافضی لوگ تبلیغ کی آیت مبارک لکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ جیسے کہ خمینی صاحب نے بھی لکھا ہے۔ جو اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔ اس آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے۔ " اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو حکم آپ کے رب نے آپ کو دیا ہے۔ اس کی تبلیغ کر دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ تو حق رسالت کا ادا نہ کیا اور خدا لوگوں کے شر سے آپ کو بچانے والا ہے۔ اور خدا کافروں کی رہبری نہیں کرتا۔" ناظرین حضرات غور فرمائیں۔ اس آیت کریمہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر صراحت یا کنایت سے دلالت کرے۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو جو احکام حق تعالیٰ نے بابت توحید نماز روزہ۔ حج

زکوٰۃ وغیرہ بذریعہ وحی بھیج دیئے ہیں۔ ان کی بخوبی تبلیغ کر دینی چاہیئے اگر آپ ایسا نہ کریں گے۔ تو حق رسالت ادا نہ ہوگا۔ اور لوگوں کی شر و ایذا کا کچھ فکر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ اور ناصر ہے۔ اب رافضی حضرات ایمانداری سے بتائیں کہ اس آیت کریمہ سے کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ کہ آیت مبارک شیر خدا کی خلافت بلافصل کے لئے نازل ہوئی ہے۔ جبکہ آیت مبارکہ میں ایسا کوئی لفظ ہی نہیں ہے۔ جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل یا امامت کا ذکر تک بھی ہو۔؟

حدیث قرطاس کا صحیح پس منظر

ترجمہ:۔ جب حضور علیہ السلام کے وصال کا وقت قریب آیا۔ تو دولت خانۂ نبوی میں لوگ جمع تھے۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آؤ میں تم کو ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ حضور علیہ السلام کو اس وقت بیماری کی تکلیف زیادہ ہے۔ تمہارے پاس قرآن ہے۔ اور قرآن ہمارے واسطے کافی ہے۔ پس گھر والوں نے اختلاف کیا۔ بعض کہتے تھے۔ کہ سامان کتابت آپ کے پاس رکھ دو۔ تاکہ وہ تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دیں۔ کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ اور بعض وہی بات کہتے تھے۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔ پس جب ان

Scanned by CamScanner

کا اختلاف زیادہ ہُوا۔ اور باتیں بڑھیں تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ (بخاری شریف)

دوسری روایت یہ ہے۔ سعید ابن جبیر سے روایت ہے۔ کہ ابن عباس نے کہا کہ جمعرات کا دن اور کیسا جمعرات کا دن کہ اس دن رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درد زیادہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے پاس (سامانِ کتابت لاؤ) تاکہ میں تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ پس حاضرین نے اختلاف کیا۔ (اور کسی پیغمبر کے پاس تنازعہ مناسب نہیں) پس بعض نے کہا۔ کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان کیا ہے؟ کیا جدائی کا وقت قریب آگیا ہے؟ آپ سے دریافت تو کر لو۔ پس وہ معاملہ کتابت کو آپؐ دوبارہ پیش کرنے لگے اس پر آپ نے فرمایا۔ مجھے چھوڑ دو۔ کیونکہ میں جس حالت (مراقبہ حق) میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو تو آپ نے تین باتوں کی وصیّت فرمائی۔ ① مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔ ② وفود کو اسی طرح انعام دیا کرو جیسے میں دیا کرتا ہوں۔ تیسری بات سے سعید ابن جبیر چپ رہے۔ یا ابن جبیر نے تو بیان کر دی اور میں اس کو بھول گیا۔ (بخاری و مسلم شریف)

جو بات حضور علیہ السّلام لکھوانا چاہتے تھے اس کی حیثیت کیا تھی؟

علامہ سیّد محمود احمد صاحب رضوی اصل واقعہ کے تفصیل و تشریح کے لئے یہ دو حدیثیں نقل کر کے لکھتے ہیں۔ کہ واقعہ قرطاس کا یہ پہلو بھی قابلِ غور ہے۔ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم جو بات لکھوانا چاہتے تھے۔ اس کی حیثیت کیا تھی؟ کیا وہ کوئی ایسی بات تھی۔ جو آپ کے فرائضِ نبوت سے تھی اور جس کے اظہار کے بغیر دین نا مکمل رہ جاتا تھا؟ واقعہ قرطاس کی روایات پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے۔ جو بات حضور لکھوانا چاہتے تھے۔ اس کی یہ حیثیت نہ تھی جس کے دلائل یہ ہیں۔

(اوّل)۔ یہ ایک اصولی بات ہے۔ کہ انبیاءِ کرام خدا کی طرف سے جن امور کی تبلیغ کے لئے مبعوث ہوں۔ اور جس بات کی تبلیغ ان کا فرض نبوت ہو۔ وہ اس میں قطعاً حتماً کسی حال کوتاہی نہیں کر سکتے حضور کو حکم تھا۔ ترجمہ:۔ ”اے نبی خدا کی طرف سے جو احکامات آئیں۔ ان کی تبلیغ فرماؤ۔ اگر ایسا نہ کیا۔ تو آپ نے اپنا فرضِ نبوت ادا نہ فرمایا۔ اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرماتا ہے۔“ یہ آیت بتاتی ہے۔ کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم احکامِ الٰہیہ کی تبلیغ میں کوتاہی نہیں فرما سکتے۔ تو اگر یہ تحریر دین کی نہایت ہی اہم ضروری بات پر مشتمل ہوتی تو حضور

Scanned by CamScanner

صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کو لکھوا دیتے۔ خواہ کوئی کتنی ہی مخالفت
کیوں نہ کرتا۔

دوم:۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامانِ کتابت
پیش نہیں ہونے دیا۔ تو یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہ حضور اکرم نے
سامانِ کتابت لانے کا حکم صرف حضرت عمر کو نہیں دیا تھا بلکہ تمام
حاضرین کو دیا تھا۔ کیونکہ ائتونی جمع کا صیغہ ہے۔ جو یہ بتا رہا ہے۔ کہ
جیسی اس حکم کی تعمیل کی ذمہ داری حضرت عمر پر آتی تھی اسی قدر ان
تمام حاضرین مجلس پر آتی تھی۔ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی
شامل تھے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس کی ذمہ داری سب سے
زیادہ آتی ہے۔ کیونکہ بزعم شیعہ یہ تحریر انہیں کی خلافت سے متعلق
تھی اور دولت خانۂ نبوی میں کتابتِ وحی کا کام بھی انہیں کے سپرد
تھا۔ لہٰذا ان کا فرض تھا۔ کہ وہ سامانِ کتابت بحضور نبوی پیش کر
دیتے۔ مگر انہوں نے بھی نہ کیا۔ بلکہ حاضرین میں سے کسی نے بھی سامانِ
کتابت پیش نہ کیا۔ البتہ بعض نے حضور سے کئی بار یہ پوچھا کہ ہم سامانِ
کتابت پیش کر دیں؟ جس سے یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ اگر عدم تعمیلِ حکم
کا الزام حضرت عمر پر آتا ہے تو حضرت علی پر بھی آئے گا۔ بلکہ تمام وہ
طعن اور الزامات جو شیعہ حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قائم کرتے ہیں
وہ سب کے سب تمام حاضرینِ مجلس پر بھی قائم ہوں گے۔ اور حضرت
علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں بچیں گے۔

سوم:۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ حضرت علی معاذ اللہ ایسے کمزور تھے کہ حضرت
عمر کی موجودگی میں ایسا نہ کر سکتے تھے۔ تو یہ ظاہر ہے۔ یہ واقعہ جمعرات
کے دن کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پیر کے دن ہوا۔ تو حضرت
علی اس مدت میں جبکہ حضرت عمر نہ ہوتے تحریر لکھوا لیتے۔ یا حضور ہی
لکھوا دیتے۔

چہارم:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک
لاکھ صحابہ کرام کے مجمع کو خطاب فرماتے ہوئے فرمایا تھا۔ کہ اللہ کے احکام
کامل و مکمل طریقہ پر تم تک پہنچا دیئے۔ تو سب نے یک زبان ہو کر عرض
کی تھی کہ ہاں۔ جس پر آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تھا کہ الٰہی
تو گواہ ہو جا یہ سب لوگ اقرار کر رہے ہیں۔ کہ میں نے اپنے فرضِ نبوت
کو کماحقہٗ ادا کر دیا ہے۔ اور دین کے تمام احکام ان کی طرف پہنچا دیئے
ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ بھی اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ
واقعہ قرطاس کے موقع پر حضور جو بات لکھوانا چاہتے تھے۔ وہ ایسی نہ
تھی جو دین کا کوئی نیا حکم ہو۔ یا اس کے بغیر دین نامکمل رہ جائے۔

(رضوان لاہور ۱۰ فروری ۱۹۵۸ء فیوض الباری شرح صحیح بخاری)

کیا وہ تحریر ضروری تھی؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Scanned by CamScanner

نے جس امر کے لئے کاغذ قلم دوات طلب فرمائے تھے۔ وہ کوئی ضروری امر تھا۔ اور وحی حق کے ذریعہ اس کا حکم تھا۔ یا مصلحتاً حضور لکھوانا چاہتے تھے۔ اور پھر وہ صلاح ملتوی ہو گئی۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ اس وقت آپ خلافت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق وصیت لکھوانا چاہتے تھے۔ لیکن یہ بات شیعہ کے سخت برخلاف ہے۔ کیونکہ اس سے شیعہ لوگوں کے باقی تمام دلائل پر پانی پھر جاتا ہے۔ اور اس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ نہ بروز خم غدیر حضور علیہ السلام نے خلافت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان فرمایا۔ نہ اور کوئی حدیث یا آیت اس وقت تک خلافت علی رضی اللہ عنہ پر نص تھی۔ تب ہی تو آپ کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ خلافتِ علی رضی اللہ عنہ کی وصیت لکھوا دی جائے شیعہ حضرات نے اپنا یہ خیال ظاہر کر کے کہ حضور علیہ السلام خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔ باقی اپنے سب باطل دلائل کی خود ہی تردید کر دی۔ اور وصیت تحریر ہی نہیں ہوئی۔ شیعہ حضرات کو ناکامی پر ناکامی کا سامنا ہوا ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ

ہاں یہ قصور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ کہ انہوں نے عشق و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے یہ رائے پیش کر دی۔ کہ

جب یہ مسلّم امر ہے کہ دین کا کوئی ایسا امر باقی نہیں ہے کہ قرآن میں مذکور نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے بالصراحت فرما دیا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (آج تمہارا دین کامل مکمل ہو گیا ہے) تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی نازک حالت شدتِ مرض میں تکلیف میں ڈالنا شایانِ ذات والا کو مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے زریں سے نہ صرف اکثر حاضرین نے بلکہ حضور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اتفاق فرمایا۔ کہ تحریر کی صلاح ملتوی فرما دی اور اس واقعہ کے چار یوم بعد آپ نے وصال فرمایا۔ اور مرض سے آفاقہ بھی ہوتا رہا۔ پھر بھی اس کا ارادہ نہیں فرمایا۔

رافضی و شیعہ حضرات حدیثِ قرطاس سے خلافت علی رضی اللہ عنہ پر دلیل قائم کرنا چاہتے۔ حالانکہ یہ حدیث ان کے تمام باطل دلائل کی تردید کر دیتی ہے۔ شیعہ بچارے قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایسی بے بنیاد باتوں سے باز نہیں آتے ؎

ہرگز نہ ہوئے مغزِ سخن سے آگاہ
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

کتاب "موعظہ غدیر" مصنفہ علامہ الحائری

رافضی اور شیعہ حضرات کے علامہ سید علی الحائری صاحب (جو ابھی

زندہ ہیں) نے ایک کتاب "موعظہ غدیر" لکھی ہے۔ جو ۸۰ صفحات کی ہے۔ یہ کتاب صرف ایک ہی حدیث جو بمقامِ غدیر خم میں ارشاد فرمائی گئی تھی نقل کی گئی ہے۔ اور اس سے صرف اور صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ہونے کا ناکام ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ اور خلفائے ثلاثہ کے شان میں نہایت بے ادبی کے الفاظ تحریر کئے گئے ہیں۔

حدیث شریف جو خمِ غدیر میں ارشاد فرمائی گئی تھی اس کا انکار کسی مسلمان کو کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس حدیثِ پاک کا مطلب غلط سمجھا گیا ہے۔ جو میں نے اوپر بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ چونکہ اس وقت علامہ الحائری صاحب زندہ موجود ہیں۔ اس لئے میں ان کی خدمت میں انہی کی کتابوں سے سوالات پیش کروں گا۔ جن کا جواب علامہ حائری صاحب کے ذمہ ہوگا۔

سوال نمبر ۱:۔ آپ نے اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۲ پہ لکھا ہے۔ کہ چنانچہ وفاتِ رسُول کے بعد کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو سکی کہ علی رضی اللہ عنہ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ولی عہد نہیں بنایا۔ البتہ یہ کہہ کر کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ اب چونکہ بیعت ہو چکی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ لوگوں نے نصِ خدا و رسُول کو پسِ پشت ڈال دیا اور عہد و پیمان کو جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تھا۔ توڑ ڈالا۔ جس کے وہ جواب دہ قیامت کے روز ضرور ہوں گے۔ کیونکہ جبراً سازش کے ساتھ کسی چیز پر کسی کے قابض ہو جانے سے وہ چیز اس کے لئے

شرعاً مباح نہیں ہو سکتی۔ (موعظہ غدیر ص ۲۱-۲۲)

اب سوال یہ ہے۔ کہ اگر غدیر خم میں حضور علیہ السّلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ بلا فصل فرما دیا تھا۔ تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کیوں کہا کہ چلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ (جس کو میں نے حوالہ نمبر ۱ میں اوپر لکھ دیا ہے۔)

سوال نمبر ۲:۔ اگر خمِ غدیر میں حضور علیہ السّلام نے اپنے بعد کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ولی عہد بنا دیا تھا۔ تو پھر حضور علیہ السّلام نے یہ کیوں فرمایا۔ کہ جو شخص حاکم امر مسلماناں ہو لازم ہے۔ کہ انصار نیکوکار کی رعایت کرے اور بدکار سے درگزر کرے؟ (جیسے اوپر حوالہ نمبر ۲ میں لکھا جا چکا ہے) کیوں نہ یہ وصیت اپنے ولی عہد ہی کو فرما دی؟

سوال نمبر ۳:۔ اگر خم غدیر میں حضور علیہ السّلام نے اپنے بعد کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرما دیا تھا۔ تو پھر حضور علیہ السلام نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے آخری وقت وصال میں یہ کیوں فرمایا۔ کہ اے عمِ رسُولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) میری وصیت کو قبول کرو میری میراث لو اور میرا دین ادا کرو اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ۔ اور مجھے بری کرو؟ (جیسے اوپر بیان ہو چکا) کیوں نہ یہ وصیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی سے نہ فرما دی؟ کہ ہم نے تم کو بمقامِ خمِ غدیر خلیفہ اور اپنا وصی بنا دیا ہے۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا۔

Scanned by CamScanner

سوال نمبر ۴:- اگر خم غدیر میں حضور علیہ السلام نے اپنے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرما دیا تھا۔ تو پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں سوال کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر امرِ خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا۔ پس ہم کو بشارت دیجئے۔ کہ ہم خوش ہوں؟ جبکہ علی المرتضٰی خلیفہ مقرر ہو چکے تھے تو سوال کرنے کا کیا فائدہ تھا؟۔ (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے)

سوال نمبر ۵:- اگر خم غدیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کا فیصلہ فرما دیا تھا۔ تو جب آمر بن طفیل نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنا دیں۔ تو حضور علیہ السلام نے آمر کو یہ جواب کیوں دیا تھا۔ کہ اس کا اختیار خدا کو ہے مجھے اور تجھے اس بات میں دخل نہیں؟ تو آپ کا جواب تو یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ خلافت کا فیصلہ تو ہم بحق علی رضی اللہ عنہ کر چکے ہوئے ہیں۔ اب اس کا مطالبہ بے سود ہے۔ اس کو بھی اوپر تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ اور یہ سب حوالے شیعہ حضرات کی کتابوں سے بیان کئے جا رہے ہیں۔ اس میں سُنّی کتب کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔

سوال نمبر ۶:- (۱) خلافت کا انعقاد جو خلیفہ اوّل کے لئے ہوا وہ اہلِ سُنّت کے اجماع سے ہے۔ نہ کہ خدا کے حکم سے۔ کیونکہ خدا کا حکم تو اس بارہ میں ملا ہی نہیں۔ (شرح المواقف ص۳۴۲)

(۲) دوسرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بارہ میں۔ کاش میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھ لیتا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا تمام عمر افسوس کیوں کرتے رہے۔ (تفسیر درِ منثور جلد ۲ ص۳۴۹)

(۳) تیسرا:- صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر میں کسی کو اپنی جگہ خلیفہ نہ کروں تو جو مجھ سے بہتر ہے یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے بھی کسی کو خلیفہ نہیں کیا تھا۔

(کتاب آیات محکمات مصنّفہ مشہور شیعہ عالم سیّد امیر حسن صاحب مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ ص۱۳۱) یہ تین حوالے اسی کتاب میں موجود ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر بمقام خم غدیر حضور علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرما چکے تھے۔ تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے ایسے بیانات کیوں دیئے؟ اور شیعہ عالم نے اپنی معتبر کتاب میں کیوں لکھے؟

سوال نمبر ۷:- علامہ صاحب نے "موعظۂ غدیریہ" کتاب میں ایک حدیث شریف نقل کی ہے۔ عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے۔ کہ ایک روز صبح کو پیغمبر علیہ السلام و آلہ السلام نے ایک بڑا گہرا سانس بھرا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں گہرے سانس بھرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابن مسعود ہم کو ہمارے انتقال کر جانے پر مطلع کیا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ اپنے پیچھے کسی کو خلیفہ بنا جائیں آپ نے فرمایا کس کو بناؤں؟ میں نے کہا ابو بکر کو (رضی اللہ عنہ) آپ خاموش ہو گئے۔

Scanned by CamScanner

پھر آپ نے ایک گہرا سانس بھرا۔ میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ آپ کیوں گہرے سانس بھرتے ہیں۔ فرمایا آپ نے ابن مسعود ہمارے انتقال کرنے پر ہم کو مطلع کیا گیا۔ میں نے عرض کیا آپ اپنے پیچھے کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا کس کو؟ میں نے کہا عمر (رضی اللہ عنہ) کو آپ پھر خاموش ہو گئے پھر ایک ساعت کے بعد آپ نے ایک گہرا سانس بھرا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں گہرے سانس بھرتے ہیں۔ فرمایا مجھے اپنے انتقال کی خبر ملی ہے۔ میں نے کہا حضور آپ کسی کو خلیفہ بنا جائیں۔ آپ نے فرمایا کس کو؟ میں نے کہا علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد کیا۔ خدا کی قسم اگر تم نے اس سے بیعت کی تو وہ تم سب کو جنّت میں داخل کریں گے۔

ناظرین کرام غور فرمایئے۔ علامہ صاحب کو اس حدیث سے کیا فائدہ پہنچا؟ اس حدیث شریف سے تو صرف اتنی بات ثابت ہوئی کہ اگر تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت میرے بعد کر لی تو وہ تم سب کو جنّت میں داخل کریں گے۔ یہ کہاں سے ثابت ہُوا کہ حضور علیہ السّلام نے خم غدیر میں آپ کو خلیفہ مقرر کر دیا تھا؟

اب علامہ حائری صاحب کے قلم سے ثابت ہو گیا۔ کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں ہرگز کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ اگر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خم غدیر میں اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دیا ہوتا۔ تو حضور علیہ السّلام کو بار بار گہرے سانس

بھرنے کی کیوں ضرورت پڑتی؟ تو پھر عبداللہ بن مسعود سے بار بار کیوں پوچھتے کہ کس کو خلیفہ کروں؟ اس حدیث شریف سے تو علامہ حائری صاحب کے تمام دلائل باطل ہو رہے ہیں۔ جو اس کتاب میں جا بجا تحریر کر چکے ہیں۔ سب پر پانی پھیر کر اس حدیث شریف نے سب دلائل کو۔ باطل کر دیا ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث میں واضح طور پر جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ارشاد فرما رہے ہیں کہ کس کو خلیفہ کروں؟ کس کو خلیفہ کروں؟ کس کو خلیفہ کروں؟

اگر جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ تو پھر کسی قسم کے سوال و جواب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ حضور انور علیہ السّلام صاف طور پر فرما دیتے۔ کہ اے ابن مسعود ہم نے خم غدیر کے موقعہ پر اپنے بعد کے لئے خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ تو پھر بار بار گہرے سانس بھرنے کی کیا ضرورت پیش آ سکتی تھی؟ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بار بار یہ عرض کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کہ آپ کسی کو خلیفہ مقرر فرما جائیں؟

پس اسی ایک حدیث سے صاف اور واضح طور پر یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں ہرگز ہرگز کسی کو خلیفہ نہیں مقرر فرمایا۔ جب آپ نے کسی شخص کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا ہی نہیں۔ تو پھر علامہ حائری کو

Scanned by CamScanner

یہ ۸۰ صفحات کی کتاب لکھنے سے کیا فائدہ ہوا؟ بلکہ علامہ صاحب کی یہ ساری محنت ہی ضائع ہو گئی۔ یہ حدیث شریف لکھ کر خود ہی اپنے جال میں پھنس گئے۔ اور اپنے باطل دلائل کی خود ہی تردید کر دی ہے۔ اسی حدیث پاک سے خمینی صاحب کے بیانات جو اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ سب کے سب باطل ہو گئے۔ اس لئے کہ ان میں کوئی صداقت نہ تھی۔ اور یہ سب کچھ میں رافضی شیعہ حضرات کی کتابوں سے من وعن نقل کر رہا ہوں۔

سوال نمبر ۸:۔ امر خلافت خلفائے ثلاثہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مستقل طور پر حکومت کرنے کا موقعہ ملا۔ اس لئے ان کے فرائض میں یہ بات بھی داخل تھی کہ خلفائے ثلاثہ نے اگر کوئی آئین۔ دستور یا قانون اسلام کے خلاف بنا کر نافذ کیا تھا۔ تو اس کو بدل کر اسلام کے مطابق کر دیتے۔ اس اصول کی روشنی میں اگر دیکھا جائے۔ اور انصاف سے غور کیا جائے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں خلفائے ثلاثہ کے کسی قانون کو نہیں بدلا۔ بلکہ اسی طرح خلفائے ثلاثہ کے نظام کو قائم رکھا۔ اور ان کی کسی پالیسی کو نہیں بدلا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ رویّہ اس امر پر بیّن ثبوت ہے۔ کہ وہ اپنے پیشرو خلفائے ثلاثہ کو برسرِ حق سمجھتے تھے اور ان کے فیصلوں کو بھی مبنی علی الحق سمجھتے تھے۔ ورنہ ان کے ہر نظام کو بدل دیتے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر خلفائے ثلاثہ کی خلافت ہی ناجائز تھی۔ تو جناب علی المرتضیٰ نے اپنے عہدِ خلافت میں ان کے ہی نظام و قانون وغیرہ کو کیوں بحال رکھا؟ کیوں نہ بدل دیا؟ جبکہ ان کی خلافت ہی ناجائز تھی؟

سوال نمبر ۹:۔ آپ نے موعظہ غدیریہ ص۳۳ پر لکھا ہے۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کا حق فدک پیغمبر علیہ السلام کے فوت ہوتے ہی غصب کر لیا۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) بیت الرسول یعنی فاطمۃ الزہرا کے گھر کو پیغمبر اسلام کے فوت ہوتے ہی آگ سے جلا دیا۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے حقوق منصوص من اللہ والرسول کو پامال کر دیا اور ان کے منصبِ خلافت کو غصب کر کے قابض ہو گئے۔

اگرچہ یہ سب الزامات غلط ہیں اور بہتان عظیم ہیں۔ جن کا کوئی ثبوت کہیں بھی نہیں ملتا۔ اگر یہ الزامات علامہ حائری کے نزدیک صحیح ہیں۔ تو پھر سوال یہ ہے۔ کہ حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کیوں خاموش رہے۔ کیوں نہ تلوار اٹھائی؟ اگر کہو کہ صبر کیا۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حق کے لئے کیوں جنگ کی؟ اور پھر صبر کا حکم تھا۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کیوں یزید پلید سے جنگ کی؟ اور سارا کنبہ شہید کروا دیا اور خود بھی شہید ہو گئے؟ اگر کہو کہ شیرِ خدا ڈر گئے۔ تو شیرِ خدا کیسے ہوئے؟ بیٹا تو ۲۲ ہزار یزیدی فوج کے سامنے ڈرا نہیں تو باپ شیرِ خدا کیسے ڈر گئے؟

Scanned by CamScanner

سوال نمبر ۱۰ ب۔ آپ نے اسی صفحہ پر لکھا ہے۔ کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) نے قرآنوں کے جلا دینے پر ہاتھ صاف کیا۔ اور شیعہ حضرات کی معتبر کتاب میں لکھا ہے۔ کہ جب امیر رضی اللہ عنہ کو برائے بیعت بلایا گیا جناب امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے قسم کھائی ہے۔ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں۔ گھر سے باہر نہ آؤں۔ اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں۔ بعد چند روز قرآنِ ناطق یعنی جناب امیر رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع فرمایا۔ اور جزدان میں رکھ کر سر بمہر کر دیا۔ پھر مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آخر الزمان سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت علیہ السلام قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور جمیع آیات و سورہ ہائے قرآن کو میں نے جمع کیا اور کوئی آیہ آسمان سے نازل نہ ہوا۔ جو حضرت نے مجھے نہ سُنایا ہو۔ اور اس کی تعلیم مجھے نہ کی ہو۔ چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقین قوم و آیات نص خلافت جناب امیر صریح تھے۔ اس وجہ سے خلافت نے اس قرآن سے انکار کر دیا۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ خشمناک اپنے حجرے طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ اب اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ دیکھو گے۔ (شیعہ کی معتبر کتاب جلاء العیون جلد اوّل صد ۲۰۲-۲۰۳)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ قرآن پاک کی تدوین و ترتیب خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔ تو علامہ حائری

فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان نے قرآن جلا دیئے۔ تو پھر سوال یہ ہے۔ کہ اس کتاب "موعظۂ غدیریہ" میں کونسے قرآن کی آیتیں نقل کر رہے ہیں؟ جب سب کے سب شیعہ و رافضی حضرات اس قرآن کو ہی نہیں مانتے۔ اور اصل قرآن علی المرتضیٰ کا جمع کردہ امام غائب حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے پاس ہے اور وہ کہیں غائب ہیں۔ اب شیعہ حضرات کے پاس کونسا قرآن ہے۔ جس سے ان کی مسلمانی کا ثبوت ہو سکے اور علامہ حائری کونسے قرآن کی آیتیں لکھ کر علی المرتضیٰ کی خلافت بلافصل کی نص پیش کر رہے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کی آیت نص تو اُس قرآن میں ہو گی۔ جس کو امام غائب لے کر کہیں غائب ہیں تو پھر جب شیعہ حضرات کے نزدیک یہ قرآن ہی مشکوک ہے۔ جیسے فقہ جعفریہ میں بھی قرآن کا مشکوک ہونا لکھا ہے۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ شیعہ و رافضی حضرات کونسے قرآن کے مطابق اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں؟ جبکہ ان کے پاس کوئی الہامی کتاب ہی نہیں؟ اور علاّمہ حائری صاحب کو بھی سوچ سمجھ کر جواب دینا چاہیئے کہ آپ نے صاف لفظوں میں اقرار کیا۔ کہ حضرت عثمان نے قرآن جلانے پر ہاتھ صاف کیا۔ تو پھر آپ اِسی قرآن جو حضرت عثمانِ غنی نے جمع کیا ہے اُسی قرآن کے حوالے پیش کر کے علی المرتضیٰ کے بلافصل خلیفہ ہونے کا ثبوت کیوں پیش کر رہے ہیں؟ آپ کو تو اسی قرآن کا انتظار کرنا چاہیئے جو امام غائب کے پاس ہے۔ جس میں خلیفہ بلافصل علی المرتضیٰ

Scanned by CamScanner

کی خلافت کی نص موجود ہو۔ اس موجودہ قرآن میں تو کوئی نص موجود نہیں جس سے ثابت ہو سکے کہ آپ خلیفہ بلا فصل تھے ؟ اور یہی قرآن حق اور سچ ہے۔ جو زمانہ رسالت سے لے کر اب تک اسی طرح موجود ہے۔ جس طرح نازل ہوا تھا۔

اب میں شیعہ حضرات کی معتبر کتاب سے صرف تین حوالے پیش کرتا ہوں۔ کہ اصل سچا قرآن یہی ہے۔ جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہی قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے۔ یہی قرآن آئمہ اہلِ بیعت رضی اللہ عنہم پڑھتے تھے اور یہی قرآن شریف ہمیشہ رہے گا۔ امام مہدی رضی اللہ عنہ تشریف لائیں گے۔ تو اسی قرآن شریف کی اشاعت فرمائیں گے۔ باقی سب روایتیں خرافات ہیں جو رافضی قسم کے لوگوں کی منگھڑت روایتیں ہیں۔ اب سنیئے کتبِ شیعہ سے اسی قرآن کے ثبوت ہیں۔

حوالہ نمبر ۱:۔ شیخ صدوق کہ جو اجلّ علماء شیعہ سے ہیں رسالہ اعتقادات میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کے بارہ میں ہمارا اعتقاد یہ ہے۔ کہ بے شک جو قرآن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمایا ہے۔ اُسی قدر ہے۔ جو درمیان دفتین کے ہے۔ اور وہ یہی ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کی سورتیں لوگوں کے نزدیک ایک سو چودہ ۱۱۴ ہیں اور ہمارے نزدیک وَالضُّحیٰ و اَلَمْ نَشْرَحْ ایک سورۃ ہے۔ اور لِاِیْلٰفِ وَاَلَمْ تَرَکَیْفَ ایک سورۃ ہے۔ جس نے ہماری طرف یہ نسبت کی کہ قرآن اس سے

زیادہ تھا وہ جھوٹا ہے۔ (شیعہ کی بڑی معتبر کتاب آیاتِ محکمات جلد دوم صـ ۱۸۶ مصنفہ سید امیر حسن مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ)

حوالہ نمبر ۲:۔ سید مرتضیٰ جو اجلّ علماء اور مجتہد مذہب شیعہ کے ہیں۔ ان کا قول تفسیر "مجمع البیان" میں یہ ہے۔ ترجمہ:۔ یعنی علم قرآن کی صحت کا ایسا ہے۔ جیسا کہ شہروں اور بڑے بڑے حادثات و واقعات کا علم یا مشہور کتابوں یا عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا یقین ہے۔ جب اس کی نقل کی ضرورتیں زیادہ ہوئیں تو نہایت توجہ سے کام لیا گیا۔ اور حد سے زیادہ اُس کی نگرانی کی گئی۔ کیونکہ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا معجزہ اور جمیع علوم شرعی اور احکام دین کا ماخذ ہے۔ علماء اسلام نے اس کی حفاظت میں وہ کوشش کی کہ جو کچھ اختلاف اس کے اعراب قرأت و حروف و آیات میں تھا۔ اس کو تمیز کر دیا۔ پس باوجود اتنی توجہ اور سخت نگرانی کے کیونکر ممکن ہے۔ کہ قرآن میں تبدّل و تغیّر یا کمی ہو۔ (مجمع البیان صـ طبع ایران بحوالہ کتب مذکورہ صـ ۱۸۶)

حوالہ نمبر ۳:۔ علامہ طبرسی فاضل موصوف کے اس قول کو بھی تائیداً اپنی تفسیر "مجمع البیان" میں درج کرتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ بہ تحقیق یہ قرآن عہدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مجموعہ مؤلف اسی طرح تھا۔ جیسا اب ہے۔ اور استدلال کیا ہے کہ اس قرآن کا درس ہوتا تھا۔ اور یہ حفظ کیا جاتا تھا اور یہ قرآن سمع اقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں لایا جاتا تھا۔ اور ایک جماعت صحابہ نے مثل حضرت عبداللہ بن مسعود و ابی کعب (رضی اللہ عنہما)

Scanned by CamScanner

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کے کئی ختم کئے۔ پس ان وجوہ سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ قرآن مجموعہ مرتب تھا نہ کہ منتشر اور پراگندہ۔ (کتاب مذکور ص ۱۸۷)

ناظرین کرام۔ یہ تین حوالے میں نے شیعہ علماء کی معتبر کتاب سے نقل کئے ہیں۔ اور میں نے یہ دس سوالات علامہ حائری کی خدمت میں پیش کئے ہیں۔ آپ برائے مہربانی جواب عطا فرما کر مشکور ہونے کا موقعہ عطا فرمائیں۔ اگر جواب نہ دے سکیں۔ تو حق کو قبول فرما کر صحابہ کرام کی بدگوئی سے باز آجائیں۔ اور اپنا نامہ سیاہ نہ کریں۔

رافضی علماء کا علی المرتضیٰ پر بہتانِ عظیم

ناظرین کرام غور فرمائیں۔ کہ رافضی علماء نے جناب علی المرتضیٰ پر کیسے کیسے الزامات لگا کر شانِ الوہیت تک پہنچا دیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ میں وہ ہوں کہ جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جنہیں بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں وہ ذوالقرنین ہوں۔ جس کا ذکر صحفِ اولیٰ میں ہے۔ میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں یوم حساب کا مالک ہوں میں صراط اور میدانِ حشر کا مالک ہوں۔ میں قاسم جنت والنار ہوں۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ) میں اولِ آدم ہوں۔ میں اولِ نوح ہوں۔ میں جبار

کی آیت ہوں۔ میں اسرارِ حقیقت ہوں۔ میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھلوں کا پکانے والا ہوں۔ میں چشموں کو جاری کرنے والا ہوں۔ میں نہروں کو بہانے والا ہوں۔ میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں علم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیر المومنین ہوں۔ میں متزلزل کرنے والا ہوں۔ میں صاعقہ ہوں۔ میں حقانی آواز ہوں۔ میں قیامت ہوں ان کے لئے جو قیامت کی تکذیب کریں۔ میں وہ کتاب ہوں جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ اسمائے حسنیٰ ہوں جس کے ذریعہ خدا نے دعا قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں وہ نور ہوں۔ جس سے موسیٰ (علیہ السلام) نے ہدایت کا اقتباس کیا۔ میں صور کا مالک ہوں۔ میں قبروں سے مُردوں کو نکالنے (زندہ) کرنے والا ہوں۔ میں یوم المنشور کا مالک ہوں۔ (توبہ استغفر اللہ) میں نوح (علیہ السلام) کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ) میں ایوب (علیہ السلام) بلا رسیدہ کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں۔ میں کلیم کا بھید ہوں میں ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ حی ہوں جسے موت نہیں۔ میں تمام مخلوقات پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی۔ مخلوق کا حساب میری طرف سے ہے (استغفر اللہ) میں وہ ہوں جسے امرِ مخلوق تفویض کیا گیا۔ میں خلیفۃ اللہ ہوں (معاذ اللہ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ) لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

(رافضی عالم کی معتبر کتاب جلاء العیون اردو جلد دوم ص ۶۰-۶۱)

Scanned by CamScanner

ناظرینِ حضرات:- میں اب رافضی علماء سے پوچھتا ہوں کہ باوجود ایسی قدرت اور طاقت اور اعجاز کے شیرِ خدا حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے خلفائے ثلاثہ نے خلافت کو کیسے غصب کر لیا؟ جب کہ وہ معاذ اللہ منافق تھے؟ حالانکہ یہ تمام صفاتِ خداوندی ہیں۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شان میں رافضی عالم نے لکھی ہیں۔ ہرگز حضرت مرتضیٰ نے اپنے شان میں کبھی بھی ایسے الفاظ ارشاد نہیں فرمائے۔ یہ شیرِ خدا حضرت علی المرتضیٰ پر بہتان عظیم ہے۔ یہ رافضی علماء کی تمام باتیں منگھڑت اور بے بنیاد ہیں۔ اور سفید جھوٹ اور افتراء عظیم ہے۔ ہرگز ہرگز مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے اپنی شان میں ایسے الفاظ کبھی بھی استعمال نہیں کئے۔ کیونکہ یہ تمام صفات باری تعالیٰ کی شان ہے۔ بندے کے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتے ہیں؟ یہ ظالم رافضی علماء کا سفید جھوٹ ہے۔ اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔ یہی خبر آج سے چودہ سو سال پہلے جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرما دی تھی۔ کہ میرے بعد ایک رافضی فرقہ ظاہر ہوگا۔ جو علی المرتضیٰ میں وہ چیز بڑھا دے گا جو نہیں ہے۔ اور دوسرے صحابہ کو تبرّا کرے گا۔ جس کا تفصیل کے ساتھ حصہ اوّل میں بیان کر دیا گیا ہے۔

قارئینِ کرام ایک اور عقیدہ عجیب وغریب رافضی لوگوں کا رافضی علماء کے قلم سے نقل کرتا ہوں جس سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے۔ کہ رافضی لوگوں کا مذہب بے بنیاد الف لیلےٰ کی کہانیوں اور امیر حمزہ کی

داستانوں سے کچھ کم نہیں۔ ذرا ہوش وحواس قائم رکھتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں۔ کہ ایسا مذہب رافضی لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ کہ جس کا ثبوت نہ قرآن وحدیث شریف میں مل سکے۔ نہ فقہاء کے اقوال سے ہی مل سکے۔ لہٰذا یہ رافضی مذہب باطل ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔ جب کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب ہدایت کے لئے ہے ہی نہیں۔ موجودہ اصل قرآن کو رافضی علماء مشکوک بتاتے ہیں۔ ان کا قرآن امام غائب کے پاس ہے۔ پھر ان لوگوں کی مسلمانی کا کیا ثبوت رہ گیا؟ پہلے اپنے آپ کو مسلمان ثابت تو کریں؟ پھر خلافت کی طرف آئیں۔

قیامت سے پہلے رجعت

امام مہدی علیہ السّلام کے عہدِ ظہور میں قیامت سے پہلے زندہ ہونے کو رجعت کہتے ہیں یہ رجعت ضروریات مذہب امامیہ سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ظہور کے بعد بحکمِ خدا شدید ترین کافر اور منافق اور کامل ترین مؤمنین حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئمہ طاہرین بعض انبیاء سلف برائے اظہارِ حق محمدی دنیا میں پلٹ کر آئیں گے۔ اس میں ظالموں کو ظلم کا بدلہ اور مظلوموں کو انتقام کا موقع دیا جائے گا اور اسلام کو اتنا فروغ دے دیا جائے گا کہ دنیا میں صرف اسلام رہ جائے گا امام حسین علیہ السّلام کا مکمل بدلہ لیا جائیگا۔

Scanned by CamScanner

اور دشمنانِ آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قیامت میں عذابِ اکبر سے پہلے رجعت میں عذابِ ادنیٰ کا مزا چکھایا جائے گا۔ شیطان سرورِ کائنات کے ہاتھوں سے نہر فرات پر ایک عظیم جنگ کے بعد قتل ہوگا۔ آئمہ طاہرین ہر عہد حکومت میں اچھے بُرے زندہ کئے جائیں گے۔

(شیعہ کی کتاب چودہ ستارے صفحہ ۶۰)

نواب محسن الملک سید محمد مہدی علی خان جو کافی عرصہ شیعہ رہ چکے ہیں پھر اس سے توبہ کرکے اہلِ سنت میں داخل ہوئے۔ اپنی کتاب "آیات بینات" میں مسئلہ رجعت کو اس طرح لکھتے ہیں کہ جب امام مہدی ظاہر ہوں گے تب پیغمبر صاحب زندہ ہوں گے اور سارے اچھے اور پاک نیک لوگ زندہ ہوں گے۔ اور حضرت خاتونِ جنت زندہ ہوں گی۔ حضرت علی زندہ ہوں گے اس وقت خلفائے ثلاثہ قبروں سے نکالے جائیں گے۔ اور ان پر مقدمہ دائر ہوگا ایک طرف حضرت علی اپنا دعویٰ پیش کریں گے کہ میری خلافت غصب کی۔ دوسری جانب سے حضرت فاطمہ مدعی ہوں گی کہ مجھے مجروح کیا۔ محسن کو شہید کیا باغ فدک کو چھینا غرضیکہ بعد ثبوتِ کامل حکم ہوگا کہ یہ لوگ درخت سے لٹکائے جائیں اور ان کو پھانسی دی جاوے۔ اس کے بعد نواب صاحب لکھتے ہیں کہ کیا کہا جاوے ایسی خرافات واہیات باتیں ان مردودوں نے لکھی ہیں کہ جن کے دیکھنے سے مسلمان کے بدن پر لرزہ ہوتا ہے۔ غرضیکہ ان کے نزدیک اس وقت خدا کا وعدہ پورا ہوگا۔ اور تب ان کی ذلت کامل ہو کر

لوگوں پر ان کے نفاق کا حال کھلے گا۔ اور پھر اس مسئلہ رجعت کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ فرقہ حقہ اثناعشریہ کے عقائد خاص سے ہے اور سب فرقے اس پاک اور نیک عقیدے سے بے نصیب ہیں۔

(آیاتِ بینات حصہ دوم صفحہ ۳۵۰)

ناظرین حضرات توجہ فرمائیں۔ رافضی لوگوں نے کیسے کیسے عجیب و غریب مسائل بیان کئے ہیں جن کا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں رافضی علماء نہ خدا سے ڈرتے ہیں نہ رسول پاک سے شرم کرتے نہ اماموں سے حیا کرتے ہیں اگر یہ لوگ قرآن کو نہیں مانتے۔ تو کسی صحیح حدیث ہی سے ثبوت پیش کریں۔ اگر امام مہدی رضی اللہ عنہ نے رجعت میں اصحاب ثلاثہ کو دوبارہ زندہ کرکے ان کو سزا دے کر بدلہ لینا تھا۔ تو جناب علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا نے خود ان کی زندگی میں کیوں نہ تلوار اٹھائی؟ اور کیوں نہ خلفائے ثلاثہ کو ان کی زندگی ہی میں سزا دے کر ان سے بدلہ لے لیا؟ کیا امام مہدی رضی اللہ عنہ کو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے زیادہ طاقت ہوگی؟ اگر کہو کہ شیر خدا ڈر گئے تھے۔ تو شیرِ خدا کیسے ہوئے؟ آپ کا بیٹا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تو یزیدی فوج جو بائیس ۲۲ ہزار تھی اس سے نہیں ڈرے۔ تو شیرِ خدا کیسے ڈر سکتے تھے۔ شیرِ خدا کی طاقت بھی اوپر بیان ہو چکی ہے۔ پھر اس قدر طاقت و قدرت رکھتے ہوئے ڈرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

Scanned by CamScanner

شاید شیعہ حضرات میں سے کسی صاحب کو یہ خیال پیدا ہو کہ ہم کو بار بار کتاب کے دونوں حصّوں میں رافضی لقب سے کیوں پکارا جا رہا ہے؟ اس لئے کہ حدیث شریف میں اس قسم کے عقائد رکھنے والوں کو رافضی لقب دیا گیا ہے۔ لیکن میں شیعہ حضرات کی معتبر کتاب سے رافضی لقب کو ثابت کرتا ہوں۔ تاکہ شیعہ حضرات میں کسی کو بھی اعتراض کرنے کا موقعہ نہ مل سکے۔

حضرت امام حسن عسکری کی تعریف میں خلیفہ کے وزیر کا بیان

بیٹے نے باپ سے کہا۔ (جو خلیفہ کا وزیر تھا) اے پدر وہ کون جوان تھا جس کی آپ نے اس روز اس قدر تعظیم و تکریم کر کے اپنی جان اور اپنے ماں باپ کی جان ان پر فدا کی۔ یہ سُن کر میرے باپ نے کہا۔ اے فرزند وہ جوان رافضیوں کا امام ہے۔ یہ کہہ کر کچھ سکوت کیا اور کہا اے فرزند اگر خلافت بنی عباس سے نکل جائے۔ اس شخص کے سوا دوسرا شخص مستحق خلافت نہیں ہے۔ اس لئے وہ بسبب زہد و عبادت و فضل و کمال عفت نفس و شرافت نسب علوی حسب و جمیع صفات کمالیہ سزاوار خلافت ہیں۔ اے فرزند اگر تو ان کے باپ کو دیکھتا تو تجھے معلوم ہوتا کہ وہ کیسے شرف و جلالت فضل و کمال میں بے مثال تھے ان باتوں سے

مجھے غصہ آیا حیرت و تفکر مجھے زیادہ ہُوا۔ اس کے بعد ہمیشہ لوگوں سے تفحص حالات کرتا تھا مگر وزراء و امیر و سادات و اشراف سے سب میں ان کی توصیف فضل و جلالت و علم و بزرگواری سنتا تھا۔ اور سب ان کو بنی ہاشم پر مقدم رکھتے تھے اور فضیلت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ امام رافضیوں کے ہیں (جلاء العیون اردو جلد دوم ص ۴۶۱)

اب شیعہ حضرات میں سے کسی کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ رافضی لقب سے ناراض ہو کر مجھ پر کسی قسم کا اعتراض کرے۔ بلکہ ان کو رافضی لقب مبارک ہو۔ اور مبارک ہو۔

خلفائے ثلاثہ کو تبرّا کرنے والو رافضیو۔ ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر بھی تو دیکھو تم نے اہلِ بیت سے کیسے کیسے ظلم کئے ہیں۔ حالانکہ تم اہل بیت کہلاتے ہو۔ غور کرو تمہاری ہی کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ سے رافضیوں کا سلوک

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے رافضی اس لئے ناراض ہیں۔ کہ آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے مسلمانوں کو کشت و خون سے بچا لیا۔ جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سُنا ایک نے دوسرے پر نظر کی اور کہا اس کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو

Scanned by CamScanner

معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے صلح منظور رہے۔ اور چاہتے ہیں کہ منصب خلافت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو دلائیں۔ پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا (معاذ اللہ) یہ شخص مثل اپنے پدر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر بلوا کر دیا۔ اور اسباب امام حسن رضی اللہ عنہ کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کی پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی اور رداء دوش مبارک اتار لی۔

(شیعہ کی معتبر کتاب جلاء العیون اردو ص)

اور اسی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا۔ کہ بخدا سوگند اس جماعت سے میرے لئے معاویہ رضی اللہ عنہ بہتر ہے۔ یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں۔ اور میرا ارادہ قتل کیا۔ اور میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا معاویہ رضی اللہ عنہ سے میں عہد لوں۔ اور خون حفظ کروں اور اپنے اہل و عیال میں امین ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے۔ کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں اور میرے اہل و عیال و عزیز و اقارب ضائع ہو جائیں۔ بخدا سوگند اگر میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کروں۔ یہی لوگ مجھے پکڑ کر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے دیں۔

اور اسی کتاب میں لکھا ہے۔ شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے۔ کہ ایک روز امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک (سوار آیا۔ کہ اے سفیان بن لیلے کہتے تھے۔ اس نے کہا۔ السلام علیکم اے ذلیل کنندہ مومنان)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعان علی رضی اللہ عنہ نے

ان کے خلف اکبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کیا سلوک کیا۔ صرف اس جرم پر کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرتے ہیں۔ ان کو اور ان کے قبلہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر کہا۔ اور بلوہ کر کے ان پر ٹوٹ پڑے۔ مال لوٹ لیا۔ اور آپ کے پاؤں کے نیچے سے مصلیٰ کھینچ لیا۔ اور دوش مبارک سے چادر اتار لی۔ یہ کرتوت شیعہ لوگوں کی ہے۔

قاتلانِ امام حسین شیعہ ہی تھے۔

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جو سلوک شیعہ لوگوں نے کیا کتب شیعہ اس پر شاہد ہیں۔ کوفہ سے ہزاروں کی تعداد میں مراسلات بھیج کر امام رضی اللہ عنہ کو منگوایا۔ پہلے حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کو معہ خورد سال بچوں کے شہید کیا۔ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو انہی شیعہ لوگوں نے بے دردی سے شہید کیا۔ چنانچہ جلاء العیون اردو ص ۳۵۸ جلد اول میں تصریح ہے۔

پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی۔ خود انہوں نے شمشیر امام حسین پر کھینچی اور ہنوز بیعت ہائے امام حسین رضی اللہ عنہ ان کی گردنوں میں تھی۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

Scanned by CamScanner

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خطبہ بمقام کوفہ

امام زین العابدین نے فرمایا۔ اَیُّھَا النَّاس میں تم کو قسم خدا کی دیتا ہوں۔ تم جانتے ہو۔ کہ میرے پدر کو خطوط لکھے اور ان کو فریب دیا۔ اور ان سے عہد و پیمان کیا۔ اور ان سے بیعت کی۔ آخر کار ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلّط کیا۔ پس لعنت ہو تم پر تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی۔ (جلاء العیون جلد دوم ص ۲۷۲)

چند خطوط کے مختصر حوالے

جلاء العیون صفحہ نمبر ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ پر موجود ہے۔ کہ

(۱) (حبیب ابن مظاہر) از جمیع شیعیان و مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے بخدمت امام حسین رض بن علی بن ابی طالب ہے۔ آپ پر سلام خدا ہو۔

(۲) یہ عریضہ شیعوں اور ذریوں و مخلصوں کی طرف سے خدمت امام حسین رض بن علی رض بن ابی طالب۔ ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لائیے والسلام۔

(۳) پھر امام صاحب نے بھی ان کی طرف خط میں لکھا۔ یہ خط حسین رض بن علی رض کا شیعوں مومنوں مسلمانوں اہل کوفہ کی طرف ہے۔

اس سے صرف یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ خط لکھنے والے شیعہ ہی تھے اور آپ کو شہید کرنے والے بھی شیعہ ہی تھے۔

جب حضرت مسلم رض کی شہادت کی خبر ملی۔ تو فرمایا حضرت امام نے کہ ہمارے شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا ہے جسے منظور ہو مجھ سے جدا ہو جائے۔ کوئی ہرج نہیں۔ پس ایک گروہ جو بطمع مال غنیمت و راحت و عزت دنیا حضرت کے رفیق ہوئے تھے۔ ان اخبار کے استماع سے متفرق ہو گئے۔ اور اہل بیت و خویشان آنحضرت اور ایک جماعت از روئے ایمان و یقین رفیق حضرت تھے۔ باقی رہ گئے۔ (جلاء العیون اردو جلد دوم ص ۲۱۴)

آپ کے اس ارشاد سے صاف طور پر ثابت ہو گیا۔ کہ آپ کو اور آپ کے کنبہ کو شہید کرنے والے صرف شیعہ ہی تھے۔

ناظرین حضرات میں نے رافضی و شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں سے اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق تھی۔ اور قاتلان امام حسین بھی شیعہ ہی تھے۔ اب میں خلفائے ثلاثہ کے دشمن رافضی لوگوں کا تھوڑا سا حال معتبر کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔ جن کو دنیا ہی میں عبرت ناک سزا مل چکی تھی اور آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہو گی۔ جو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہو گی۔ اور بعض رافضی تائب بھی ہو گئے تھے۔

Scanned by CamScanner

خلفائے ثلاثہ کے دشمن رافضی لوگوں کا انجام

حوالہ نمبرا:۔ حلب کے رافضیوں کی چالیس آدمیوں کی ایک جماعت مدینہ منورہ آئی بہت سامال ان کے ساتھ تھا کہ خادم روضۂ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ حاکم مدینہ کو پہنچائیں تاکہ وہ شیخین کے (جسم مبارک) روضۂ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نکال کر لے جائیں پھر خود حاکم مدینہ کے پاس گئے کہ وہ خادم کو حکم دے۔ کہ ہم رات کسی وقت مسجد میں داخل ہونا چاہیں تو وہ مانع نہ ہو۔ حاکم نے مال لے کر اجازت دے دی کہ قبریں کھود کر نکال لے جائیں۔ خادم بڑا فکرمند ہوا رات گئے وہ گینتی بیلچے لے کر مسجد میں داخل ہوئے۔ اور زمین ان سب کو نگل گئی۔ اور حاکم مدینہ جذام میں مبتلا ہوا۔ اس کے اعضاء کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ اور نہایت ذلّت کی موت مرا۔ اس مقام پر ایک سیاہ پتھر سارے فرش سے الگ نظر آتا ہے۔ جہاں وہ چالیس رافضی زمین میں غرق ہو گئے تھے۔ (جذب القلوب مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بحوالہ تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین ص۲۰۵ و ص۲۰۶)

حوالہ نمبر۲:۔ ان چالیس آدمیوں کو اندر بھیج کر ان کے ساتھی جو باہر کھڑے تھے۔ خادم کا شور سن کر خادم کو قابو کرنے کا حیلہ سوچنے لگے۔ آخر اسے ایک ویران مکان میں لے گئے اور اس کی زبان کاٹ دی۔

اور اس کا مثلہ کیا وہ روضہ اقدس پر حاضر ہوا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خواب میں اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا صبح اٹھا تو تمام اعضاء درست تھے۔ اس کے بعد انہوں نے دو دفعہ یہی حیلہ کیا۔ اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسی طرح شفقت فرمائی اور صحیح سلامت اُٹھتا (عمدۃ التحقیق ص۲۲۵ مصنفہ علامہ ابراہیم عبیدی مالکی بحوالہ کتاب مذکور ص۲۰۶)

حوالہ نمبر۳:۔ ایک عارفِ کامل عمر بن مبارک حج کے لئے آئے۔ روضۂ اطہر پر حاضری کے وقت حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نعت اور مدح شیخین میں دردناک شعر پڑھے۔ ان اشعار میں شیخین کی اسلامی خدمات کا ذکر تھا۔ جب مسجد سے باہر آئے تو ایک شخص انہیں بلا کر گھر لے گیا اندر گئے تو دروازہ بند کیا اور اُن کی زبان کاٹ دی۔ وہ ٹکڑا ان کے ہاتھ میں دے کر گھر سے نکال دیا۔ وہ روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے۔ رات جب سو گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم مع شیخین تشریف لائے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے زبان کا کٹا ہوا ٹکڑا اس سے لے لیا اور زبان کے ساتھ لگا دیا۔ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ٹکڑا غائب ہے۔ اور زبان بالکل درست ہے۔ دوسرے سال پھر یہی قصہ دہرایا۔ جب قصیدہ پڑھ چکے تو ایک شخص نے ان کی دعوت کی۔ اور گھر لے لیا۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہی گذشتہ سال والا مکان ہے۔ خیر اندر گئے اور کھانا کھایا۔

Scanned by CamScanner

پھر وہ آدمی انہیں ایک اور کمرے میں لے گیا۔ دیکھا کہ ستون سے ایک بندر بندھا ہے۔ میزبان نے کہا۔ یہ میرا والد ہے۔ یہ شیعہ تھا گذشتہ برس اس نے آپ کی زبان کاٹی تھی۔ رات چنگا بھلا سویا صبح دیکھا تو اس کی شکل بندر کی تھی۔ میں نے یہاں باندھ دیا۔ باہر نکلا تو رسوائی ہو گی۔ میں نے اس کی حالت دیکھ کر شیعہ مذہب سے توبہ کر لی ہے۔ اب آپ اس کے لئے دعا فرمائیں۔

(جامع کراماتِ اولیاء اللہ ص۴۴ جلد۲ بحوالہ تحذیر المسلمین ص۲۰۷-۲۰۸)

حوالہ نمبر۴:۔ ایک مرد صالح با ارادہ حج روانہ ہوا۔ اس کا بغداد میں گزر ہوا۔ بغداد کے ایک زاہد کے پاس اس نے اپنا کچھ مال امانت رکھا اس نے اس شخص سے کہا۔ کہ جب مدینہ میں پہنچنا تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام عرض کر دینا اور کہہ دینا کہ فلاں زاہد نے آپ کو سلام عرض کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر آپ کے پہلو میں دونوں سونے والے (ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما) نہ ہوتے تو میں ہر سال آپ کی زیارت کیا کرتا۔ جب وہ شخص مدینہ پہنچا اس نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ کے ہمراہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا اپنا پیغام پہنچا۔ میں نے پیغام کہہ دیا۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس شخص کو حاضر کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی

گردن مار دو۔ چنانچہ آپ نے گردن مار دی۔ اس کے خون کے تین نقطے اڑ کر میرے کپڑے پر بھی آ پڑے۔ میں گھبرا کر جاگا۔ تو وہ نقطے میں نے اپنے کپڑوں پر پائے۔ جب میں بغداد واپس آیا۔ تو ایک جوان مجھے اسی شخص کے مشابہ ملا۔ میں نے اس سے اس شخص کا حال دریافت کیا۔ وہ بولا کہ وہ میرا والد تھا۔ اپنے گھر میں سو رہا تھا ہم سب کے بیچ میں سے کوئی اُسے اُڑا کر لے گیا۔ پھر اس کا پتہ نہیں لگا۔ میں نے اس کو سارا ماجرا سنایا وہ رویا اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی عداوت سے تائب ہو گیا اور میرا مال اس نے میرے حوالہ کیا۔

(نزہتہ المجالس دوم ص۳۸۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلیس سے پوچھا تیرا حبیب کون ہے اس نے کہا بے نمازی پھر پوچھا تجھے سب سے زیادہ عزیز آدمی کون ہے۔ اس نے کہا جو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا کہتا ہو۔ (نزہتہ المجالس دوم ص۴۳)

ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابلیس سے پوچھا کہ تو کہاں رہتا ہے۔ اس نے کہا ایسی قوم میں جن پر خدا کا غضب ہے کیونکہ میں نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا کہنا ان کے نزدیک اچھا بنا دیا ہے۔

ایک جنّیہ عورت حاضر ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی پھر کچھ دنوں تک لاپتہ رہی۔ پھر پتہ چلا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Scanned by CamScanner

نے اس کے غائب رہنے کا سبب پوچھا۔ اس نے عرض کیا میں اپنے گھر والوں کو کوہ قاف پر دیکھنے گئی تھی۔ وہاں میں نے ایک عجیب بات دیکھی میں نے دو شخص دیکھے ایک کہتا تھا۔ اے اللہ مجھے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی محبت پر وفات دے دوسرا کہتا تھا۔ اے اللہ مجھے اس آگ کے عذاب سے بچایئے جس سے آپ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دشمنوں کو عذاب دیں گے۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلا شخص خضر (علیہ السلام) تھے اور دوسرا ابلیس تھا۔ (نزہۃ المجالس دوم ص۳۸۵)

حوالہ نمبر ۵:۔ ایک شخص لکڑیاں چنتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شمس و قمر سے بھی زیادہ بیش بہا ہیں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی نیکیوں کے برابر درود بھیجئے اس سے رافضیوں کی ایک جماعت نے کہا کیا تو لکڑیاں بیچتا ہے۔ اس نے کہا ہاں وہ اسے اپنے گھر لے گئے اور اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر ایک مقام میں شب کو لے جا کر ڈال دیا۔ جوان سے دور تھا۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے ہاتھ پیر لے کر جہاں تھے وہیں لگا دیئے خدا نے اس کے ہاتھ پیر جیسے تھے ویسے ہی بنا دیئے۔ وہ پھر آکر لکڑیاں چننے لگا۔ ان رافضیوں نے دیکھا تو بڑے متعجب ہوئے پھر اس سے کہنے لگے کیا تو لکڑیاں بیچتا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں

اسے پھر اپنے مکان میں لے گئے۔ آپ سے ماجرا دریافت کیا اس نے بیان کر دیا۔ اس پر وہ لوگ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو برا کہنے سے تائب ہو گئے (نزہۃ المجالس دوم ص۳۸۰)

حق فدک غصب کرنے کا الزام:۔

علامہ حائری موعظہ غدیر کتاب کے صفحہ نمبر ۳۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہما) نے جناب سیدہ (رضی اللہ عنہا) کا حق فدک پیغمبر اسلام کے فوت ہوتے ہی غصب کر لیا۔ خیر یہ تو تمام دنیا کے رافضی ہی رونا رو رہے ہیں۔ ایک علامہ حائری پر ہی کیا منحصر ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا افتراء ہے۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر جس کا تمام روئے زمین کے رافضی و شیعہ لوگوں کے پاس کوئی بھی ثبوت نہیں ہے۔ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اور دعویٰ بغیر دلیل کے باطل ہی ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں علماء اہل سنت کی طرف سے بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ جن کا جواب آج تک کوئی بھی رافضی علماء میں سے نہیں دے سکا۔ لیکن میں رافضی و شیعہ علماء سے صرف ایک ہی ایسا سوال کروں گا۔ جس کا جواب قیامت کی صبح تک کوئی رافضی یا شیعہ علماء نہیں دے سکے گا۔ ھوا ھذا۔

اگر رافضی و شیعہ علماء کا یہ دعویٰ صحیح ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق فدک غصب کر لیا تھا۔ تو جب جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر

Scanned by CamScanner

جلوہ افروز تھے۔ تو انہوں نے اپنے عہدِ خلافت میں کیوں نہ فدک فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد پر تقسیم کر دیا؟ حضرت علی المرتضیٰ کو کونسی طاقت روکنے والی تھی؟

پس ثابت ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں باغِ فدک کے متعلق خلفائے ثلاثہ کا فیصلہ بحال رکھا۔ کیونکہ فدک کے متعلق جنابِ امیر رضی اللہ عنہ کو خوب معلوم تھا کہ خلفائے ثلاثہ کا فیصلہ قرآن و حدیث شریف کے عین مطابق ہے۔ اسی وجہ سے اس میں تغیر و تبدل محال تھا۔ تو جنابِ امیر رضی اللہ عنہ نے اپنے طرزِ عمل سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی تصدیق فرما دی۔ تو اب رافضی حضرات کو چودہ سو سال بعد واویلا کرنے سے کیا حاصل ہوگا؟ جو خدا تعالیٰ کو منظور تھا وہ تو صدیوں پہلے ہو چکا تھا۔

محمد اسماعیل نقشبندی
ماہِ محرم الحرام شریف ۱۴۰۹ھ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماتم کے ناجائز ہونے کا ثبوت

شیعہ کتب سے

بجواب شیعہ پمفلٹ

(ثبوتِ ماتم)

از قلم

مولانا علامہ محمد اسماعیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

Scanned by CamScanner